AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ابیات محمد عباس مرزا کا موضوعاتی تنوّع

THEMATIC DIVERSITY OF MUHAMMAD ABBAS MIRZA'S VERSES

ڈاکٹر عبدالرحیم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور
محمد ساجد علی
لیکچرر اُردو (وزٹینگ)، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ٹاؤن شپ لاہور
ڈاکٹر محمد امجد عابد
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ڈویژن آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ،
یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

Dr. Abdul Raheem
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. Islamia Graduate College Civil Lines, Lahore
Muhammad Sajid Ali
Lecturer Urdu (Visiting), University of Education, Township Lahore.
Dr. Muhammad Amjad Abid
Associate Professor, Department of Urdu,
Division of Islamic & Oriental Learning,
University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

Abstract

Muhammad Abbas Mirza is not only a poet of Urdu language and literature but his Punjabi Abyaat on the scenario of poetry has his special identity among the circle of poetry lovers. Although he Dewells in Lahore but his childhood is spent in Narowal and its suburbs. Therefore, the attractive atmosphere of village and the colorful scenes in his Abyaat increase their charm. In addition, the problems of rural life, poverty, jealousy, competition and other issues lead to the diversity of Abyaat. This article highlights beautiful aspects of Muhammad Abbas Mirza.

Key Words: Muhammad Abbas Mirza, Poetry, Punjabi, Village, Atmosphere, Sceneries, Poverty, Jealousy,
Nostalgia, Literary Issues, Loneliness, Diversity

کلیدی الفاظ: محمد عباس مرزا، شاعری، پنجابی، گاؤں، فضا، مناظر، غربت، حسد، یادِ ماضی، ادبی مسائل، تنہائی، تنوّع

بیت کسی شاعر کا وُہ اکیلا اور تنہا شعر ہوتا ہے جو کسی غزل یا نظم کا حصہ نہ ہو اسے "فرد" کی اصطلاح سے بھی جانا جاتا ہے۔ دورِ قدیم اور حاضر کے بہت سے شعراء کے دواوین اور کلیات میں فردیات کے عناوین کے تحت انھیں درج کر دیا جاتا ہے۔ شاعر کبھی نزول شعر کی کیفیت میں آتا ہے تو کوئی شعر ہو جاتا ہے اور پھر یوں ہوتا ہے کہ وہ ایک

شعر اپنی بحر کے مشکل ہونے کی وجہ سے وہیں رک جاتا ہے جبکہ اُسی نشست میں وہ کوئی اور غزل یا نظم مکمل کرلیتا ہے پھر اس کے بعد اس شعر کی بحر میں طبیعت موزوں نہیں ہو پاتی اور شعرا کے ہاں بیت یا فرد کی صورت میں کئی اشعار اکٹھے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بیت اور فرد قریب المعانی الفاظ ہیں لہذا فرد کے باب میں ابو الاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

"اصطلاح میں کسی شاعر کا کوئی ایسا تنہا شعر جو کسی نظم، غزل، قصیدہ یا مثنوی کا جز نہ ہو، فرد کہلاتا ہے۔ ایسے متفرق اور منفرد اشعار کسی شاعر کے کلیات میں فردیات کے زیرِ عنوان درج ہوتے ہیں۔"[۱]

محمد عباس مرزا کا تعلق نارووال سے ہے لیکن وُہ اپنی تدریسی ذمہ داریوں کی وجہ سے لاہور میں مقیم ہیں۔ وہ اردو کے پروفیسر ہیں اور گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج اقبال ٹاؤن لاہور کے پرنسپل کے عہدے سے اپنی تدریسی سرگرمیوں سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ میرا اُن سے ابتدائی تعارف ساندہ کے قریب واقع کارپوریشن چوک میں پروفیسر عاشق راحیل کے ہاں منعقد ہونے والے مشاعروں میں ہوا۔ تب میں نیا نیا پنجاب پبلک سروس کمیشن سے منتخب ہو کر پنجاب آرکائیوز ڈیپارٹمنٹ کے شعبہ ترجمہ میں ٹرانسلیٹر تعینات ہوا تھا۔ میرے مربّی و محسن محمد وحید انصاری مرحوم مجھے اس مشاعرے میں لے کر آئے تھے۔ پھر دوبارہ حال ہی میں سٹار ایشیا نیوز کے مقبول عام پروگرام "غزل مشاعرہ سعد اللہ شاہ کے ساتھ" میں ان سے ملاقات نے گزشتہ جان پہچان کا دبستان وا کر دیا۔ اگرچہ وُہ اُردو کے استاد ہیں لیکن ان کے پنجابی فردیات یا ابیات اُن کی شناخت ہیں۔ ان کے ابیات جیسے جیسے سنتے جاتے ہیں ویسے ویسے ان کے موضوعات، حُسنِ مشاہدہ، بات کا بے ساختہ پن سامعین و قارئین کو اپنا گرویدہ بناتا چلا جاتا ہے۔

ان کے شعری منظر نامے کا جائزہ لیا جائے تو شعری مجموعے سنگ میل کی حیثیت کے حامل ہیں جنھوں نے ان کے سفر کی منزلوں کو نہ صرف نمایاں بلکہ واضح بھی کر دیا ہے۔ ان کا شعری مجموعہ تیلا تیلا جس میں بیت شامل ہیں ۱۹۱۹ء، پھر گوہلاں (بیت) ۲۰۰۰ء، مکھانے (بیت) ۲۰۰۰ء، پتاسے (بیت) ۲۰۰۱ء، 272 نشتر (بیت) ۲۰۰۳ء، آؤ دیکھیں (اردو غزلیں) ۲۰۰۸ء، آقا آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (اردو نعتیہ مجموعہ) ۲۰۱۸ء، طیبہ طیبہ (اردو نعتیہ مجموعہ) ۲۰۱۸ء، سرِ شام (اُردو غزلیں) ۲۰۲۱ء، ٹوٗنباں (بیت) ۲۰۲۳ء، قطرے (بیت) ۲۰۲۳ء، لاڑیاں (بیت) ۲۰۲۳ء، نگینے (بیت) ۲۰۲۳ء، لیندراں (بیت) ۲۰۲۴ء، پکھنو (بیت) ۲۰۲۴ء، ریتاں (بیت) ۲۰۲۴ء، بانگاں (بیت) ۲۰۲۴ء، اور اسی طرح بیت ہی کا مجموعہ اِجڑ یکم دسمبر ۲۰۲۴ء کو منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے۔

محمد عباس مرزا کے ابیات کے تقریباً ۱۴ مجموعے ہیں جن میں نہ صرف موضوعاتی تنوع موجود ہے بلکہ بہ نظر غائر جائزہ لیں تو اُن میں قطرے میں دجلے کی مانند ایک الگ دنیا آباد دکھائی دیتی ہے جو دلکش ہونے کے ساتھ دل آویز اور دیدہ زیب بھی ہے۔ اُن کا بچپن اور لڑکپن چونکہ نارووال کے دیہات اور اس کے قرب وجوار میں بسر ہوا ہے اس لیے اُن میں دیہاتی زندگی کے عناصر ایسے رچ بس گئے ہیں جیسے آنکھ میں حیرت، دل میں دھڑکن اور ذہن میں خیال۔ یہی وجہ ہے کہ دیہاتی زندگی اور اس کے رنگا رنگ مناظر اُن کی ابیات کا خاصا چونکا دینے والا موضوع ہے جو ذہن میں ایسے جگہ بنالیتا ہے جیسے دیوار پر کندہ نقش جو وقت گزرنے کے ساتھ اپنی اہمیت واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس باب میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ے نارووال دی دھرتی کِنی سوہنی ایں
آل دوالے جنت مُونجی نسری اے [۲]

ے کدے تے خشک دلیلاں ہتھوں اکن بعد
گیاں لاندا سچا پینڈو لبھناواں [۳]

ے پندراں دن میں پنڈ وچ میں ماسی کول رہیا
روز ای چھولیا پکدا سی پر اے ہے ہے [۴]

ے سدا سہاگن رہن دُعاواں دینا واں
پھلدے رکھ تے میریاں دھیاں وانگوں نیں [۵]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دیہاتی زندگی میں جہاں انسان کو فطرت کی قربت حاصل ہوتی ہے وہاں سر سبز و شاداب کھیت، کھلی اور تر و تازہ ہوا میسر آتی ہے وہاں غربت اور اس کے کرب ناک مناظر اور مظاہر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یہ سب مناظر نہ صرف خالق کائنات کی بے نیازی کے غماز ہیں بلکہ زمانے کے لوگوں کی بے حسی کو بھی خوب اُجاگر کرتے ہیں۔ کہیں کہیں بے بسی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور کہیں ان مناظر کو دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اس ضمن میں اشعار حاضرِ خدمت ہیں:

؎ گھیو اے کاغذ اُتے دس روپیے دا
اُوہدے گھر اج خورے کیہ کجھ پکنا ایں [۶]

؎ کھیڈن والی عمرے، چُک تغاری نوں
کم تے جاندے بچے سارے میرے نیں [۷]

؎ چاقو نال تلی تے لیکاں کھچیاں وی
قسمت جے کر نہ بدلے تے کیہ کریئے [۸]

؎ بدل اتیکیں مُونجی گڈن آیا نہیں
ماڑی ہانڈی بھپا کِسراں رِنھے گی [۹]

؎ چَن توں وی دیوار چین ای دِسدی اے
ایہہ منظر تے تحفہ اے مزدوراں دا [۱۰]

جہاں غربت ہو وہاں غم اور دُکھ نہ ہوں ایسا ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عباس مرزا کے ابیات میں غربت کے سنگین مناظر نہ صرف قارئین کو دُکھ کی کیفیت میں مبتلا کر دیتے ہیں بلکہ اُن سے وابستگی غم اور اندوہنا کی باعث بھی بنتی ہے۔ اس لیے درد و کرب کی کیفیت سے منسلک ابیات بھی عباس مرزا کی مختلف کتابوں میں جابجا موجود ہیں جو شاعر کے صاحبِ درد ہونے کی علامت کی صورت سامنے آتے ہیں۔ جس کے لیے چند ابیات درج کیے جاتے ہیں:

؎ ہُنے ہُنے تے اوہدی ڈھاکوں اُترے ساں
جہڑے غم نے مڑ کے کچھڑے چاڑ لیاے [۱۱]

؎ اُس چُونڈھی دا نیل اجے تک ساوا اے
جہڑی ویلے بھری جوانی وَڈھی سی [۱۲]

؎ اَج اتوار اے، رَج کے بہہ کے رولے کھاں
مُڑ ہفتہ بھر ایویں ویلھ نوں ترسیں گا [۱۳]

؎ پُورا ٹِل وی لا بیٹھا واں پر عباسؔ
میں تے کیمرے ساہویں وی نہیں ہس سکیا [۱۴]

غربت جہاں غموں اور دکھوں کو جنم دیتی ہے اس کے ساتھ حسد و رقابت کے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حسد اور رقابت کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ تو اس بارے میں عرض ہے کہ کسی چیز کا نہ ہونا اِحساس محرومی کہلاتا ہے۔ اس صورت میں کسی کے پاس کوئی سہولت یا نعمت، محروم طبقے کو حسد و رقابت میں مبتلا کر دیتی ہے، آگے چل کر یہی احساسِ محرومی کبھی احساسِ کمتری اور پھر مزید پیش رفت کرتے ہوئے احساسِ برتری میں منتقل ہو جاتی ہے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو احساسِ محرومی کے نتیجے میں احساسِ کمتری و برتری کا شکار نہ ہوں۔ عباس مرزا کے ابیات میں حسد و رقابت کی کیفیت کسی احساسِ محرومی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن لوگوں کی کم ظرفی سے پیدا ہوتی ہے

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جو خود زندگی میں کسی کی مدد کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اگر کچھ افراد ترقی کر کے اپنی حالت کو بہتر بنانے کی طرف گامزن ہو جائیں تو یہ لوگ حسد ور قابت کے انگاروں پر لوٹنے لگتے ہیں۔ جس کے لیے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں:

ے میرے اندر ڈھیراں شیشے گڈن بعد
اپنی اوس پچھان دے ٹوٹے کر دتے ۱۵؎

ے میرے قد برابر اُچا دِسن لئی
بانس ملے نہیں ہون کھواڑا لبھدا اے ۱۶؎

ے ساڈے گل وچ لیراں پاون خاطر لوک
اپنا کھپن پاڑن لئی وی راضی نیں ۱۷؎

افلاس جہاں محروم طبقے کو حسد ور قابت کی کیفیت سے دوچار کرتا ہے وہاں انھیں اپنی ناکامیوں پر غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے۔ اس صورت میں انھیں لگتا ہے کہ وہ تقدیر اور قدرت کے سامنے بے بس ہیں۔ کہیں کہیں یہ بات اُن افراد کو مذہب سے قریب تر بھی کر دیتی ہے۔ جیسے جیسے یہ قربت بڑھتی ہے انھیں ویسے ویسے مذہب کی حقیقی روح سمجھ آجاتی ہے تو وُہ اپنی غربت و تنگ دستی کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر اُس سے سمجھوتے پر آمادہ نظر آنے لگتا ہے۔ اس طرح مذہب سے وابستگی محمد عباس مرزا کے ابیات میں نمایاں ہو کر ان کی قدر و قیمت بڑھانے کا سبب بنتی ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں:

ے میرے نال "محمد" جے کر نہ بولو
میں کلا "عباس" تے "مرزا" کیہ کرناں ۱۸؎

ے آشیطانا، دو ویں سجدہ کر لیے
توں مینوں تے میں فِر رب نوں کرنا واں ۱۹؎

ے رب وٹاون ٹریا ایں تے ایہہ سُن لے
اوس توں وڈا لبھ کے سانوں وی دسیں ۲۰؎

ے میری قبر تے بوہڑ دا بوٹا گڈ دینا
تاج محل تے شاہواں دی مجبوری اے ۲۱؎

مذہب سے لگاؤ انسانوں کو اس کی اصل سے منسلک رکھتا ہے اس سے دُوری کٹی پتنگ کی مانند کہیں کا نہیں رکھتی اور پھر اس کی قسمت کا فیصلہ تقدیر کرتی ہے۔ شاید اِسی طرح کسی کیفیت میں اقبال نے کہا تھا کہ:

ے بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ جسے تو گِراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات ۲۲؎

فنی و سائنسی ترقی نے انسانی زندگی کو جس طرح متاثر کیا ہے اسی طرح غیر مستند معلومات کا فروغ بھی بڑھ گیا ہے۔ جس کی بدولت انھوں نے مذہبی اقدار کی طرف تشکیک کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ مذہبی اقدار برحق ہیں اس ضمن میں تحقیق و تفتیش سے وابستگی اس تشکیک کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ سائنسی ترقی نے عصرِ حاضر کے انسان

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کو نئی نئی ایجادات کی بنا پر مسحور و مبہوت کر دیا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف اُن کے رویے متغیر ہوئے ہیں بلکہ انھیں نت نئے چیلنجز کا بھی سامنا ہے۔ جدیدیت اور دورِ حاضر کے انھی مسائل کی بازگشت ابیاتِ عباس مرزا میں محسوس کی جا سکتی ہے۔

ے ہن تے منڈے سوہنا لگن دی خاطر
رنڈیاں والے سارے کھیکھن کردے نیں ۲۳ؔ
ے بعضے بندے اپنے بے توفیقے نیں
داج تے دیندے نیں پر چنّی نہیں دیندے ۲۴ؔ
ے ساڈے اندر جن وڑے نیں، شہوت دے
جہدے تے "آئی لو یُو" دے پردے پانے آں ۲۵ؔ
ے گھر گھر ٹیپ ریکارڈر چیکا مارن تے
موسیقی دا شوق نہیں فیشن روندا اے ۲۶ؔ
ے اِسی پرانے بندے، لوکاں دے آکھے
نواں بنن لئی، کسراں لٹیرے لاہ چھڈیئے ۲۷ؔ
ے ہن ایہہ سوچ کے ہسی کھیڈی جانے آں
دنیا وچ تے اِنجے ہوندیاں رہنا ایں ۲۸ؔ

ابیات میں حالات حاضرہ کے مسائل کو موضوعات بحث بنانے کے ساتھ نسل نو کے مسائل کو بھی خاطر خواہ جگہ دی گئی ہے۔ جیسے جنریشن گیپ میں لوگ نئی نسل کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ انھوں نے سینئر لوگوں سے سیکھنا ہے جو ان سے عمر میں بڑے ہیں اور زندگی کے تجربوں سے کُہنہ مشق ہو چکے ہیں۔ اس کے برعکس نسل نو کا کہنا ہے کہ ہم سے پہلے لوگوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کا جو دور دیکھا ہے وہ بالکل مختلف تھا اگلی نسل ان سے بالکل نابلد ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ پرانی اور نئی نسل دونوں ہی اس زعم میں مبتلا ہیں کہ اُنھیں زیادہ پتا ہے لہٰذا اُن سے دوسری نسل سیکھے۔ یہاں تک کہ کوئی کسی کی بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں ہے۔ یہ سارے رویے کسی نہ کسی طرح مادیت پرستی کی دین ہیں۔ جن کے نتیجے میں انسان کو اہمیت اس کی دولت کے تناظر میں دی جاتی ہے۔ اِسی وجہ سے لوگ خود سے دور ہوتے چلے گئے ہیں اور خود شناسی کی منزل وہاں آتی ہے جہاں انسان اپنی اصلیت کے قریب ہو۔ انسان مٹی سے تخلیق کیا گیا۔ اور اس سے قربت ہی خود شناسی کی راہیں ہموار کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اِسی تناظر میں مختار مسعود اپنی کتاب "سفر نصیب" میں لکھتے ہیں:

> "خاک کے بارے میں یہ رائے اُن کی اپنی تھی۔ فرمایا گاہ بگاہ جانماز کے بغیر فرشِ خاک پر نماز ادا کرو۔ جس خاک سے بنے ہو اور جس خاک میں بالآخر مل جانا ہے اس سے یہ اجنبیت کیسی؟ خاکی اور خاک کا فاصلہ جتنا کم ہو گا خود شناسی کی منزل اسی قدر نزدیک ہو گئی۔"۲۹ؔ

انسان اپنی خاک سے جس قدر قریب ہو گا وُہ اتنا ہی اپنے نزدیک ہو گا لیکن مادیت پرستی نے قدیم اور جدید نسل میں خلا پیدا کر دی ہے۔ محمد عباس مرزا کے ابیات میں اُسی نوع کے مسائل موجود ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

ے بڈھیا تینوں جو کجھ چنگا لگدا نہیں
نویں نسل نے اوہ کجھ تیتھوں سکھیا اے ۳۰ؔ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

؎ منڈیو کھنڈیو، اپنی پُٹھی نہ چکو
نچڑے زنخ کولوں تے بُو آوندی اے ۳۱

؎ دو، دو مطلب کڈھ کے اوہ پنجابی چوں
اپنے ذہن چ لکیا گند وکھاندے نیں ۳۲

؎ زندہ رہن دا ایہ معقول بہانہ ایں
میں گواچے دور دی اک نشانی آں ۳۳

؎ جہڑا سِدھا گھر ول ٹریا جاندا اے
اوہنوں کُراہے پانا اج کل نیکی جے ۳۴

؎ 14مارچ کلچر ڈے مناون بعد
365 دِناں دا رَپھڑ مُک جاندا اے ۳۵

مادیت پرستی نے ایک طرف خواہشوں کی لامتناہی دوڑ میں لگا دیا ہے تو دوسری طرف انسان ان کی تکمیل کے لیے تنہائی کا شکار بھی ہو گیا ہے۔ تنہائی نے جہاں فرد کو شکست وریخت سے دوچار کیا ہے وہاں معاشرتی تخریب میں بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ بقول سعود عثمانی:

؎ ٹوٹ جاتا ہے کسی شخص کے مانند سعود
قیدِ تنہائی میں رہتا ہوا گھر آخرِ کار ۳۶

خواہشوں کے جنگل میں گم شدہ فرد، معاشرہ اور گھر سبھی شکست وریخت کا شکار ہوئے ہیں۔ اُسی معاشرتی توڑ پھوڑ کا سراغ ابیات محمد عباس مرزا میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

؎ ایتھے اپنے درد کسے نوں کیہ دسیئے
اگوں دُونے، تینے سنے پیندے نیں ۳۷

؎ پھاہے لگن دا دن مینوں نہیں دسیا
اُنج سزائے موت تے جمدیاں ہو گئی سی ۳۸

؎ دین، دُنی، دوواں چوں اِک وی نہیں لبھا
چل ہن بہہ کے خود توں معافی منگ لئیے ۳۹

؎ صفرے دے نال، صفرہ ضرباں کھا کھا کے
اِک نہیں بنیاں، اپنا آپ گنوا بیٹھاے ۴۰

؎ گھڑی تے اوہدی لاہ لئی او پرا یہہ سُن لے
ایکسیڈنٹ چ اوہ نہیں مریا، توں مریائیں ۴۱

؎ میں انگریزی، عربی، اردو دا جانو
توں آویں تے ماں بولی وی بُھل جاناں ۴۲

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ے اپنے منہ دے نقش اولے نیں عباسؔ
ہسیاں وی ہاسے دا جادو نہیں چلدا ۴۳؎

معاشرتی اور باطنی ٹوٹ پھوٹ فرد اور معاشرے کو جہاں اپنے ماضی کی طرف ملتفت کرتی ہے وہاں وُہ ماضی میں پناہ ڈھونڈ کر اپنے حال کی تلخی سے نکلنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ یہی بات ماضی کو مرہم کی صورت بنا کر پیش کرتی ہے۔ اس لیے وُہ حال کے زخموں کا مداوا ماضی کی یادوں سے کرتا ہے۔ ماضی کی اُنھی یادوں کی دلکش کشش محمد عباس مرزا کی ابیات میں بھی موجود ہے۔ اس باب میں اشعار پیشِ خدمت ہیں:

ے منہ تے پئیاں لیکاں ویکھ کے شیشے نے
بابا کہہ کے سدیا سُو تے رس بیٹھاے ۴۴؎

ے اساں جوانی وچ وی شیشہ تکیا سی
ایہنے سانوں اوددوں وی سی نہیں منیا ۴۵؎

ے عید دیا اوئے چنا، کدھر آ وڑیایں
ساڈے گھر تے اجے محرم چلدا اے ۴۶؎

ے پتھر، ہاسے، ٹچکر نال یرانا سُو
پاگل وی تے ڈردا کلا نہیں رہندا ۴۷؎

ے پینڈا نہیں پر روز ای تازہ کردا اے
حُقے اندر پئو بہشتی دی گُڑ، گُڑ اے ۴۸؎

یاد ماضی کی بہت سی تصویریں عباس مرزا کے ابیات میں بکھری ہوئی ہیں۔ اسی کے ساتھ اُن کے ہاں ادبی مسئلے بھی موجود ہیں۔ وُہ اُردو ادبیات کے استاد ہیں اس لیے انھوں نے ادبی مسائل پر غور و فکر کر کے ان پر بے لاگ تبصرہ بھی کیا ہے۔ اس بارے میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ے دلیوں شاعر ٹر گئے سن لکھنو پاسے
اسیں لاہور نوں چھڈ کے کتھے ٹر جایئے ۴۹؎

ے کوئی زبان وی کدھرے کلی جاندی نہیں
اوہ اپنی تہذیب نوں لے کے ٹردی اے ۵۰؎

ے شاہواں دے درباراں وچ قصیدے دا
کسے پنجابی شاعر ٹھوٹھا نہیں پھڑیا ۵۱؎

ے نہ کوئی ہیر پڑھے نہ دائم شاہنامہ
پنڈاں وچ ہُن لوڑے ویلا نہیں آوندا ۵۲؎

ے اسیں تے اوہ بدقسمت آں جہناں علماں توں
عقلاں سکھن دی تھاں، بحثاں سکھیاں نیں ۵۳؎

ے اِکو مصرع لبھدیاں عمراں لنگھ گئیاں
جہڑا مینوں امر حیاتی بخشے گا ۵۴؎

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ابیاتِ محمد عباس مرزا کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک اور موضوع جو شاعری کو تقویت اور دلکشی عطا کرتا ہے وُہ رومانویت ہے جس میں کسک، چبھن، ہجر، کرب، لگن ،بے بسی اور اس سے منسلک دیگر مضامین بھی موجود ہیں۔ دراصل رومانویت ہی وہ کلیدی موضوع ہے جو شاعری کی بنیاد اور اس کی خوبصورتی کا باعث ہے۔ اسی کے دیگر رنگ ابیات میں اپنی چھب دکھاتے ہوئے محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ لہذا رومانوی پہلو کے حامل اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:

؎ چپ تے کر جاندی اے، پر شرماندی نہیں
ایہد ا مطلب "ہاں" ہن کسراں کڈھ لئیے ۵۵

؎ اکھاں میٹ کے نیویں پا کے بیٹھے آں
کدے تے جڑیاں ہتھاں ول اوہ ویکھے گا ۵۶

؎ اوہنوں پتا اے کہ اوہدیاں اکھاں قاتل نیں
سانوں پتا اے کہ اساں وی تکنوں نہیں مڑنا ۵۷

؎ اک واری جے تکنا کافی ہندا تے
گھڑی مُڑی دے اسی تقاضے کیوں کر دے ۵۸

؎ جتھے پے کے نظراں ٹھنڈیاں ہو جاون
اوہنوں لوکی آخر تِل کیوں کہندے نیں ۵۹

؎ ہائے اللہ کیہ کردیو، لوکی ویہندے نیں
کلیاں بہن دی اس دعوت نوں سمجھے نہ ۶۰

؎ اوہدی چنی رنگن دا چا چڑھیا سی
قوس قزح نوں لبھدے آپ گواچے آں ۶۱

؎ میرے ناں دا مطلب پچھ پچھ تھکدی نے
اپنے پتر دا ناں خورے کیہ رکھیاے ۶۲

محمد عباس مرزا کے ابیات میں اردو رومانویت جہاں ان کی شاعری کا ایک خوبصورت پہلو ہے وہاں اس نے ابیات کی دلکشی کو بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ محبت دو طرفہ ہو یا یک طرفہ اس میں ناکامی یا بے وفائی محب کو دُنیا اور زندگی سے بے زاری اور پھر مایوسی و نااُمیدی کی طرف لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابیات میں رجائیت پسندی کے عناصر بھی ضروری ہیں۔ اس سے زندگی میں نااُمیدی اور مایوسی کا سامنا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ زندگی کے خارزاروں کو گلزاروں کی نوید بنانے کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ رجائیت پسندی سے مزّین اشعار پیش خدمت ہیں:

؎ ساڈے نال تعزیت کوئی کیہ کردا
اُجڑ گئے آں فیروی ہسنا نہیں بھلے ۶۳

؎ اکھاں وچ سمندر شوکے، بلھاں اُپر ہاسہ
دنیا کناں چر ویکھے گی، ساڈا کھیڈ تماشہ ۶۴

؎ چھالے میرے پیریں پے پے آہندے نیں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شاماں پئیاں چل ہن گھر نوں ٹر چلیے ۶۵

ے ربّا! تیرے صدقے دھیاں دے کے تے

میرے جنازے دی توں رونق جمی ایں ۶۶

ے میں تے اوہدے پاسے جانا نہیں چھڈیا

جدوں خیال دا گھوڑا ملِداے ٹُر جاناں ۶۷

ے اہناں وچ امکان غزل تو بہتا اے

بیت آکھن لئی ہر گز کوئی وی نہ جھکے ۶۸

مشکلات اور دکھوں بھری زندگی میں بھی حالات کا سامنا کرتے ہوئے اُسے بہادری اور جوانمردی سے گزارنا رجائیت پسندی ہے۔ کچھ لوگ اپنے حالات و واقعات سے متاثر ہو کر قنوطیت پسندی کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ جس سے مشکلات، غم و آلام کم نہیں ہوتے بلکہ انتہائی صورت اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس وُہ شخص جو ان کا سامنا کرتے ہوئے زندگی گزارنے کا حوصلہ رکھتا ہے وہی عالی ظرف کہلوانے کا مستحق ہے۔

مجموعی طور پر ابیاتِ محمد عباس مرزا کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُن میں زندگی کے تقریباً سبھی رنگ محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ یہ رنگ زندگی کی خوشیوں، خونِ تمنا، ہجر و درد، اندوہ و کرب اور انسانیت سے محبت پر مشتمل ہیں۔ ان میں دورِ جدید کے رویوں کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے جب انسان مشینی زندگی سے متاثر ہو کر بے حسی کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس میں ماضی کے جزیروں سے آتی، معدوم ہوتی ہوئی آواز کی بازگشت بھی سنی جاسکتی ہے۔ ان میں ایک طرف دیہات کی دلکش اور سادہ تمدن کی بہار اپنے عروج پر ہے تو دوسری طرف اس میں پائی جانے والی حسد ور قابت بھی اپنے جوبن پر ہے۔ ان میں غربت اور افلاس کی وُہ تصویریں بھی ہیں جو کارئین کو چونکا دینے کی کیفیات سے لبریز ہیں۔ ان میں نسلِ نو کی تربیت، رومانویت، رجائیت پسندی اور اس نوع کے دیگر تمام موضوعات نے ابیات کی آثر آفرینی کو دو آتشہ کر دیا ہے۔ عصرِ حاضر میں ابیات وہ صنف ہے جس پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی لیکن محمد عباس مرزا نے اس پائمال صنف کو اپنے جذبوں سے چھو کر از سرِ نو زندہ کر دیا ہے۔ ان کی زبان چونکہ پنجابی ہے اس لیے اس میں فصاحت و بلاغت کے عناصر بھی موجود ہیں۔ فصاحت میں بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے جبکہ بلاغت اس کلام کا قاری کی طبیعت پر اثر انداز ہونا ہے۔ کہیں کہیں انھیں پڑھتے ہوئے قاری خود کو مسرت اور رقت کی درمیانی منازل میں محوِ خرام پاتا ہے۔ اس لیے بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ محمد عباس مرزا کے ابیات میں موضوعاتی تنوع قارئین و سامعین پر وُہ جادو کرتا ہے کہ وُہ حیرت اور مسرت سے دوچار ہو کر اس کے تخلیق کار کو بے ساختہ داد دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جو اصل میں ابیات کی دلکشی اور تخلیق کار کے فن کی داد ہے جس سے اُن کی مقبولیت اور آنے والے زمانوں میں بھی ان کی پذیرائی کی نوید سنائی جاسکتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابوالاعجاز، حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان، ۲۰۱۸ء، ص:۱۸۳

۲۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، لاہور: گلشن ادب پبلی کیشنز، اپریل ۲۰۱۱ء، ص:۱۳

۳۔ ایضاً، ص:۱۱

۴۔ ایضاً، ص:۶۴

۵۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، لاہور: چغتائی پبلی کیشنز، جولائی ۲۰۱۳ء، ص:۲۷

۶۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۲۲

۷۔ ایضاً، ص:۳۶

۸۔ ایضاً، ص:۴۱

۹۔ ایضاً، ص:۱۸

۱۰۔ ایضاً، ص:۳۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۱

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۷

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۴۹

۱۶۔ محمد عباس مرزا، 272 نشتر، ص:۴۲

۱۷۔ ایضاً، ص:۲۶

۱۸۔ ایضاً، ص:۲۴

۱۹۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۲۹

۲۰۔ ایضاً، ص:۳۹

۲۱۔ ایضاً، ص:۴۲

۲۲۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ لمیٹڈ)، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص:۶۵۹

۲۳۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۲۳

۲۴۔ ایضاً، ص:۲۱

۲۵۔ ایضاً، ص:۴۸

۲۶۔ ایضاً، ص:۶۰

۲۷۔ ایضاً، ص:۴۷

۲۸۔ ایضاً، ص:۲۵

۲۹۔ مختار مسعود، سفر نصیب، لاہور: فیروز سنز، جنوری ۱۹۸۱ء، ص:۴۴

۳۰۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۱۲

۳۱۔ ایضاً، ص:۳۸

۳۲۔ ایضاً، ص:۴۹

۳۳۔ محمد عباس مرزا، بانگاں، لاہور: گفتگو فورم پبلی کیشنز، اکتوبر ۲۰۲۴ء، ص:۶۳

۳۴۔ ایضاً، ص:۶۷

۳۵۔ ایضاً، ص:۷۷

۳۶۔ سعود عثمانی، قوس، لاہور: کتب نما پبلشرز، بک سیلرز، جولائی ۱۹۹۷ء، ص:۶۷

۳۷۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۱۱

۳۸۔ ایضاً، ص:۱۴

۳۹۔ ایضاً، ص:۲۰

۴۰۔ ایضاً، ص:۲۷

۴۱۔ ایضاً، ص:۴۴

۴۲۔ ایضاً، ص:۳۴

۴۳۔ ایضاً، ص:۳۱

۴۴۔ ایضاً، ص:۳۱

۴۵۔ ایضاً، ص:۴۷

۴۶۔ ایضاً، ص:۲۰

۴۷۔ ایضاً، ص:۴۳

۴۸۔ محمد عباس مرزا، بانگاں، ص:۶۷

۴۹۔ محمد عباس مرزا، 372 نشتر، ص:۳۴

۵۰۔ ایضاً، ص:۵۳

۵۱۔ ایضاً، ص:۵۶

۵۲۔ ایضاً، ص:۳۷

۵۳۔ ایضاً، ص:۶۲

۵۴۔ ایضاً، ص:۳۱

۵۵۔ ایضاً، ص:۱۴

۵۶۔ ایضاً، ص:۱۶

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۵۷۔ محمد عباس مرزا،372 نشتر، ص:۲۶

۵۸۔ محمد عباس مرزا،272 نشتر، ص:۲۵

۵۹۔ ایضاً، ص:۲۳

۶۰۔ ایضاً، ص:۲۱

۶۱۔ ایضاً، ص:۳۸

۶۲۔ ایضاً، ص:۳۲

۶۳۔ محمد عباس مرزا،372 نشتر، ص:۲۸

۶۴۔ ایضاً، ص:۳۲

۶۵۔ ایضاً، ص:۲۸

۶۶۔ ایضاً، ص:۳۴

۶۷۔ محمد عباس مرزا، بانگاں، ص:۵۴

۶۸۔ ایضاً، ص:۸۱